حلال اور طیب رزق کمائیں اور بچوں کو کھلائیں۔
احمدی نہی عن المنکر کا جہاد کر کے قوم کو برائی سے بچائیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴ رمئی ۱۹۹۳ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۹﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَاۗءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاۗءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاۗؤُھُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَـيْــــًٔـا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ (البقرہ: ۱۶۹ تا ۱۷۱)

پھر فرمایا:۔

گزشتہ جمعہ پر جو تربیتی مضمون بیان ہو رہا تھا اس سلسلہ میں ابتداءً میں نے ان آیات کی تلاوت کی تھی جو آج پھر تلاوت کی ہیں۔ مضمون کے تسلسل میں وقت گزر گیا اور ان آیات کا ترجمہ کرنا بھول گیا حالانکہ آغاز ہی میں ان کا ترجمہ کرنے کے بعد پھر مضمون شروع ہونا چاہئے تھا لیکن اپنی ذات میں اس ترجمہ کے ساتھ کچھ ایسے گہرے تربیتی مضامین وابستہ ہیں کہ آج میں انشاء اللہ انہی سے بات شروع کروں گا اور پھر اس کے دوسرے بعض امور جو پیش نظر ہیں وہ بھی انہی آیات کی روشنی میں پیش کئے جائیں گے۔

یہاں تمام بنی نوع انسان مخاطب ہیں اور قرآن کریم کا یہ انداز ہے کہ بسا اوقات یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے ذریعہ خطاب فرماتا ہے اور اس میں خصوصیت سے امت محمدیہ پیش نظر ہوتی ہے اور بعض خطابات تمام بنی نوع انسان کو مشترک طور پر کئے جاتے ہیں اجتماعی حیثیت سے تمام بنی نوع انسان کو مخاطب کیا جاتا ہے اور یہ امور وہ ہیں جن کا فی الحقیقت ایمان سے تعلق نہیں ہے۔ یہ تمام امور وہ ہیں جن کا بنیادی انسانی قدروں سے تعلق ہے اور ساری دنیا میں وہ قدریں مشترک ہیں۔ اسی پہلو سے قرآن کریم کی آیات کا مطالعہ ایک حیرت انگیز فصاحت و بلاغت کا ایک جہان انسان کے سامنے لا کھڑا کرتا ہے مگر یہ تفصیل تو بہت لمبی ہے۔ میں مختصراً اس آیت سے متعلق کہنا چاہتا ہوں کہ رزق حلال کا انسانی معاشرے سے ایک گہرا تعلق ہے اور کوئی معاشرہ مذہب کا قائل ہو یا نہ ہو جب بھی کوئی معاشرہ رزق حلال سے ہٹ جاتا ہے اور حرام مال کی طلب پیدا ہو جاتی ہے اور حرام مال کھانے میں کوئی قباحت باقی نہیں رہتی تو وہ معاشرہ ضرور ذلیل و رسوا ہو جایا کرتا ہے اور وہ اقتصادی نظام کامیابی کے ساتھ اور صحت کے ساتھ چل نہیں سکتا۔ اس کی مثال اشتراکی دنیا کے اقتصادی نظام کے طور پر سامنے رکھی جا سکتی ہے۔ اشتراکی دنیا کی بنیاد ہی خدا کی نفی پر ہے اگر خدا کو تسلیم کر لیا جائے تو مارکس کا جدلی مادیت کا نظریہ بے معنی اور بے حقیقت ہو جاتا ہے اس لئے آغاز ہی میں اس نے خدا کا انکار کیا ہے اور عمداً سمجھ کر کیا ہے اگر انسان خدا کا قائل ہو تو پھر کسی انسان کو اقتصادی نظام دینے کا حق نہیں کہ جس نے پیدا کیا ہے پھر وہی حق رکھتا ہے کہ وہ اقتصادی نظام دنیا کے سامنے پیش کرے۔ بہر حال یہ وہ معاشرہ ہے یہ وہ اقتصادی دنیا ہے جس کی بنیاد خدا کی نفی پر قائم کی گئی اور چونکہ رزقِ حلال کا تصور مٹ گیا اور رزقِ حلال کا گہرا رشتہ خدا کے تصور سے وابستہ ہے۔ جہاں خدا کے تصور کو اقتصادی دنیا سے نکال دیں گے وہاں لازماً حرام رزق کی طرف رجحانات بڑھنے شروع ہوں گے اور ایسی سوسائٹی آخر کار حرام کھانے پر منتج ہو جایا کرتی ہے اور جہاں مذہبی دنیا میں آپ کو حرام مال کھانے کا ذوق شوق اور ولولہ دکھائی دیتا ہے بعض دفعہ غیر مذہبی دنیا سے بھی زیادہ آپ کو دکھائی دیتا ہے وہ اس بات کا مظہر ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ جس خدا پر یقین رکھنے کا دعویٰ ہے اس خدا پر کوئی یقین نہیں۔

چنانچہ قرآن کریم نے رزقِ حلال کے مضمون کو ساری قوم کی اخلاقی حالت کے ساتھ وابستہ کر کے بیان فرمایا ہے اور یہ ضروری ہے کہ انسان رزق حلال کمانے پر اور رزق حلال کھانے پر مضبوطی

سے قائم ہو جائے کیونکہ اس کا دوسری بہت سی اخلاقی معاشرتی خرابیوں کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ فرمایا یَآ اَیُّهَا النَّاسُ اے وہ لوگو خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہو کسی خطۂ زمین سے تمہارا واسطہ ہو رزق حلال کماؤ اور رزقِ حلال کھاؤ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا زمین میں سے اپنے لئے وہی چیزیں چنو جو حلال بھی ہیں اور طیب بھی ہیں۔

طیّب کا مضمون حلال سے آگے ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر حلال چیز طیب ہو کیونکہ بعض دفعہ ایک حلال چیز گندی حالت میں بُسی ہوئی بدبودار حالت میں بھی پائی جاتی ہے۔ ایک چیز حلال ہے لیکن وہ اپنے اندر بعض دوسری قباحتیں بھی رکھتی ہے مثلاً بعض چیزوں میں ایسے مادے پائے جاتے ہیں کہ معدہ قبول نہیں کرتا حلال ہے مگر کھائیں گے تو نقصان اٹھائیں گے۔ ہر انسان کے لئے طیب بدل جاتا ہے بعضوں کو آم سے الرجی ہے، بعضوں کو اور بہت سی اچھی چیزوں سے الرجی ہے جو حلال ہیں اور اکثر کے لئے طیب بھی ہیں لیکن انسان، انسان کے ساتھ طیب کی تعریف کچھ نہ کچھ بدلتی رہتی ہے اور ہر شخص کا طیب اپنا ہے۔ اس میں اس کے مزاج کا دخل ہے، اس کے معاشرے کا دخل ہے۔ بعض چیزیں جو یہاں انگلستان میں کھائی جاتی ہیں ہماری عادات مختلف ہیں اس لئے ان کو دیکھتے ہوئے بھی متلی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ جو کچے گھونگھوں میں سے جانور نکال نکال کر یہ اپنے گلوں میں اُلٹتے ہیں باہر ریڑھیاں لگی ہوئی ہوتی ہیں اور یہ بڑے شوق سے کھا رہے ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ کالج کے زمانہ میں تجربہ کے طور پر میں وہ غلطی سے لے بیٹھا۔ وہ منہ میں ابھی داخل ہی ہوا تھا کہ اس قدر زور سے قے آئی کہ شرم کے مارے کہ لوگوں کے سامنے نہ آئے، میں منہ پہ ہاتھ رکھ کر ٹائیلٹ کی تلاش میں پھر دوڑا اور ایک طرف جا کر جبکہ بے اختیار ہو چکا تھا مجبوراً قے کی، تو حلال تھا اور ان لوگوں کے لئے طیب بھی تھا لیکن میرے لئے اور ان لوگوں کے لئے جن کے مزاج مختلف ہیں طیب نہیں تھا۔

پس حلال کے ساتھ طیب کی شرط لگا کر ایک اور مضمون بھی پیدا فرما دیا گیا ہے کیونکہ طیب خاطر اسے کہتے ہیں جو مزاج کے مطابق ہو۔ اگر مزاج کی تعریف میں جسم کے ردعمل کو بھی شامل کر لیا جائے تو بہت سی Allergies کا تعلق، بہت سی بیماریوں کا تعلق ایسے کھانوں سے ہوتا ہے جو ویسے پسند ہیں لیکن انسان کے لئے طیب نہیں ہیں۔ بہت سے لوگ مالٹے کا جوس پسند کرتے ہیں اور اب جو تحقیق ہے اس سے پتا چلا ہے کہ اکثر بچوں کو دمہ کی بیماری مالٹے کے جوس پلانے کے نتیجہ میں

ہوئی ہے۔ مائیں چھوٹی عمر سے ہی اس شوق میں کہ ہمارے بچے کی صحت اچھی ہو اس کو مالٹے کا جوس پلایا کرتی تھیں اور اب وسیع پیمانہ پر تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ اکثر دمہ کی وجہ بچپن کی عمر میں پلایا ہوا یہی مالٹا ہے تو اس لئے کہ طیب نہیں تھا۔ یعنی ایک اور بات یہ نکلی کہ عمر کے مطابق بھی پھر طیب کی احتیاط رکھنی ہوگی۔ بعض چیزیں ایک عمر میں جا کر طیب ہو سکتی ہیں ایک عمر میں طیب نہیں ہوتیں۔ تو بہت ہی پیاری اور مکمل تعلیم ہے کہ یَآاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا تمہارے لئے ہم نے بہت سے کھانے نکالے ہیں ان میں سے حلال کھاؤ یعنی وہ کھاؤ جس کی خدا نے اجازت دی ہے اور طیب کھاؤ یعنی وہ کھاؤ جس کی تمہارا نفس اجازت دیتا ہے۔ جسے تمہارا نفس قبول کرتا ہے تو خدائی تعلیم کا اس طرح آپ تجزیہ کر کے دیکھیں تو **ولنفسک علیک حق** (بخاری کتاب الصوم حدیث نمبر:۱۸۳۲) کا مضمون ہے جو یہاں بیان ہو گیا ہے ایک خدا کا حق ہے اس کو پیش نظر رکھنا۔ ہرگز اس حق میں دخل اندازی نہ کرنا۔ پھر تمہارے نفس کا حق ہے اس کو بھی پیش نظر رکھنا اگر ان دو باتوں کا خیال رکھو گے تو تمہاری صحتیں اچھی رہیں گی۔ تمہارا معاشرہ اچھا رہے گا تم کئی قسم کی خرابیوں اور تکلیفوں سے بچ جاؤ گے۔

حلال کا جو مضمون آج یہاں خصوصیت کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں وہ لین دین کے معاملہ میں حلال کا مضمون ہے جو اس وقت میرے پیش نظر ہے۔ وہ رزق جو رشوت کے ذریعہ حاصل کیا جائے، وہ رزق جو چور بازاری کے ذریعہ حاصل کیا جائے، وہ رزق جو کسی کے اوپر ظلم کر کے اس کا مال کھا کر حاصل کیا جائے، وہ رزق جو چیزیں بیچتے ہوئے دھوکہ دے کر حاصل کیا جائے، لین دین کے معاملات میں بددیانتی کے ذریعہ حاصل کیا جائے، غرضیکہ رزق حاصل کرنے کے بہت سے ایسے ذریعے ہیں جن میں خدا تعالیٰ کی رضا شامل نہیں ہوتی ان طریقوں سے رزق حاصل کریں تو خدا کی رضا سے عاری رزق ہو جائے گا بلکہ ناراضگی والا رزق ہوگا اور حلال کی تعریف میں یہ سب باتیں داخل ہیں کہ ایسا رزق کھاؤ جس کے حصول میں تم نے خدا کو ناراض نہ کر لیا ہو۔ خدا کی تعلیم کے خلاف رزق نہ ہو۔

یہ وہ پہلو ہے جس کے پیش نظر آپ جب آج کی دنیا کے مختلف ممالک کی اقتصادی حالت کا جائزہ لیتے ہیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ رزق حرام کی طرف دنیا کی توجہ بڑھتی چلی جا رہی ہے ایسے ممالک جن میں اقتصادیات بظاہر صحت مند ہیں وہاں بھی جب چھان بین کی جاتی ہے تو پتا چلتا ہے کہ قومی مال کھانے کا رجحان پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ بڑی بڑی کمپنیاں ہیں جو دھوکہ دے

کر بعض لوگوں کے ساتھ مل کر، بعض لوگوں کو کھلا کر قومی دولت اپنی ذاتی کمائی میں تبدیل کر لیتی ہیں حالانکہ وہ قومی دولت ہے تو بعض دفعہ رزق حرام کھلا کھلا، صاف دکھائی دیتا ہے۔ بعض دفعہ چھان بین کے بعد دکھائی دینے لگتا ہے لیکن میں نے جہاں تک جائزہ لیا ہے صرف مشرق کا معاملہ نہیں، مشرق میں تو رزق حرام آج کل ماں کے دودھ کی طرح پیا جا رہا ہے لیکن مغرب میں بھی حرام رزق کھانے کی طرف توجہ بڑھتی جا رہی ہے اور یہ رجحان ان کی اقتصادی حالت خراب ہونے کا ایک طبعی نتیجہ ہے۔

قومیں دو قسم کی ہیں ایک وہ جو اپنی اخلاقیات کو خدا کے تصور سے باندھتی ہیں اور خدا کے تصور کے نتیجہ میں اپنا ضابطۂ حیات بناتی ہیں۔ ان قوموں پر بھی غربت اثر انداز ہوتی ہے۔ چنانچہ آنحضورﷺ نے فرمایا: كَادَ الْفَقْرَانُ يَّكُوْنَ كُفْراً (شعب الایمان للبیہقی جلد ۵ صفحہ: ۲۶۷) کہ دیکھو خبردار یہ خطرہ ہے کہ تمہاری غربت کفر میں تبدیل نہ ہو جائے۔ غربت کے ساتھ بعض خرابیاں لگی ہوئی ہیں اور اخلاق آزمائے جاتے ہیں اور زیادہ سختی سے آزمائے جاتے ہیں اور خطرہ ہے کہ غربت کی حالت میں وہ اخلاق جو خدا کے تصور سے وابستہ ہیں ان کو بھی گزند پہنچ جائے۔

پس ایسی قومیں ہیں جہاں خدا کا تصور تو موجود ہے اور خدا کے تصور سے اخلاق کے مضمون باندھے ہوئے ہیں لیکن ایک غربت کی وجہ، دوسرے خدا کا تصور فرضی زیادہ ہے حقیقی کم ہے، کیونکہ غربت میں بھی اگر خدا دل میں موجود ہو تو انسان کی اخلاقی حالت کی غیر معمولی حفاظت ہوتی ہے اور امیر آدمی کے پاس بھی اگر خدا نہ ہو تو اس کی اخلاقی حالت کی کوئی ضمانت نہیں۔ پس ایک تو وہ لوگ ہیں جن کا اخلاقیات کا نظام خدا سے وابستہ ہے اور ایسی قوموں میں چونکہ خدا کا تعلق کم ہو رہا ہے۔ اعتقاداً عملاً اٹھ رہا ہے اور دوسرے بہت سے ایسے علاقے ہیں جو غریب علاقے کہلاتے ہیں اس لئے وہاں بددیانتی بڑھ رہی ہے اور امیر ممالک میں اقتصادی آزمائش کا دور شروع ہو چکا ہے۔ امیر ممالک کی مشکل یہ ہے کہ یہاں ایک فرضی اور خیالی معیار زندگی بنا کر اسے اونچا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ہر وہ سیاسی پارٹی جو معیار زندگی اونچا کرنے کا دعویٰ لے کر آئے اس کو ووٹ زیادہ ملتے ہیں۔ اس لئے یہاں یہ کوشش ہی نہیں کی جاسکتی کہ معیار زندگی کو گرا کر اقتصادی حالت کے مطابق کیا جائے۔ پس یہ ایک ایسی دوڑ ہے جس کے نتیجہ میں جب ایک کھوکھلا معیار زندگی قائم ہو جائے جسے حقیقتاً ملک کی اقتصادیات پورا سہارا نہ دے سکیں کیونکہ ہر معیار زندگی کے نیچے ایک اقتصادی بنیاد ہونی

ضروری ہے اگر وہ اقتصادی بنیاد موجود نہ رہے تو وہ معیار زندگی کھوکھلا ہو کر یا تو گرے گا یا اس کو سہارا دینے کے لئے جھوٹ اختیار کرنا پڑے گا، بددیانتی اختیار کرنی پڑے گی، کئی قسم کے دھوکے اختیار کرنے پڑیں گے کہ کس طرح یہ معیار زندگی جو جھوٹا ہے اور جسے قائم رہنے کا حقیقتاً اقتصادی اصولوں کے مطابق کوئی حق نہیں اسے بہر حال قائم رکھا جائے۔ یہ وہ حصہ ہے جس کے نتیجہ میں پھر اخلاق بڑی تیزی کے ساتھ کھائے جاتے ہیں اور کھوکھلے ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور پھر منہدم ہو کر گرتے ہوئے دکھائی دینے لگتے ہیں۔قوموں کا صرف اقتصادی نہیں بلکہ اخلاقی دیوالیہ بھی پٹ جاتا ہے۔

پس جو دوسرا حصہ میں نے مغربی دنیا سے تعلق رکھنے والا بیان کیا تھا اس میں مشکل یہ ہے کہ ہم یعنی انسان اس وقت ایسے دور میں داخل ہو گیا ہے کہ جہاں ان کی اقتصادی ترقی اب کچھ عرصہ کے لئے رکے گی اور پھر تنزل اختیار کرے گی اور ان کے سامنے کئی ایسے چیلنج ہیں جو رفتہ رفتہ اس اشترا کی دنیا سے اٹھیں گے جو اشترا کی نظام سے توبہ کر کے ان کی پیروی میں اب نئے نظام بنا رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تیسری دنیا کی جو مارکیٹیں ہیں ان میں خریدنے کی طاقت ہی بہت کم ہو چکی ہے۔ ان کا اقتصادی معیار بہت گر چکا ہے اور جس کو پہلی دنیا کہتے ہیں اس کے پیچھے پیچھے دوسری دنیا یعنی اشترا کی دنیا ہے جواب آزاد ہو رہی ہے اس دنیا کا باہر کی مارکیٹوں سے کوئی بہت گہرا تعلق نہیں تھا بہت معمولی تعلق تھا۔اب نئے اقتصادی نظام کے تابع ان کے اندر Production کی طاقتیں بڑھیں گی اور لازماً ان کو باہر کی دنیا میں منڈیاں ڈھونڈنی پڑیں گی اور باہر کی مارکیٹوں پر قبضہ کرنا ہو گا جس کے نتیجہ میں دنیا کی جو کل دولت ہے اس میں اضافہ نہیں ہو گا لیکن چیزیں بیچنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا اور یہ وہ خطرہ ہے جس کے نتیجہ میں پھر اخلاقیات پر ایک بہت گہرا اثر پڑتا ہے اور رزق حلال ایک دور کی چیز دکھائی دیتی ہے۔ پھر عملی دنیا میں ہر قوم میں یہ رجحان پیدا ہو جاتا ہے کہ چاہے دھوکے سے لو، بدعہدی کر کے اور ظلم کر کے لو،قوم کا اقتصادی معیار قائم رکھنے کے لئے ہر حالت میں تم باہر سے پیسہ کھینچو اور اپنے ملک کی طرف منتقل کرو۔ یہ قومی رجحان بنتا ہے اور انفرادی سطح پر آپ نے دیکھا ہو گا کہ خیالی معیار کو قائم رکھنے کے لئے یا فرضی طور پر لذتوں کے جو تصورات پیش کئے جاتے ہیں ان کی پیروی میں وہ عوام الناس جن کے پاس دولت نہیں ہے کہ اس قسم کے مزے کر سکیں وہ پھر چوریاں کرتے ہیں، ڈاکے ڈالتے ہیں، کاروں کے شیشے توڑتے ہیں اور رفتہ رفتہ پھر قتل و غارت پر بھی مجبور ہو

جاتے ہیں۔ امریکہ جیسے امیر ملک میں تھوڑے تھوڑے پیسوں کے لئے قتل و غارت کا سلسلہ اس قدر شدت کے ساتھ جاری ہے کہ انسان دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے بعض آدمیوں کو دس ڈالر کے لئے قتل کیا گیا یعنی پہلے مارا گیا اور پھر دیکھا گیا کہ اس کی جیب میں تھا کیا تو دس ڈالر نکلے۔

جب میں 78ء میں امریکہ گیا ہوں تو مجھے ایک احمدی دوست نے مشورہ دیا کہ آپ اپنے پاس پیسے ضرور رکھا کریں اور صرف کارڈ پر یا چیک پر انحصار نہ کریں۔ مَیں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا کم از کم سو دو سو ڈالر ہونے چاہئیں۔ اس لئے کہ انسان اتنا Mug ہوتا ہے کہ کسی وقت بھی آپ پر حملہ ہوا تو آپ کے پاس پیسے ہوں گے فوراً نکال کر دے دیں کہ یہ لے لو ورنہ وہ مارنے کے بعد تلاشی لیتے ہیں۔ بہر حال اس وقت اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا۔ میں نے پہلے بھی بیان کیا تھا کہ میں نے ایک دعا کی، اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے مجھے تسلی دی کہ کچھ نہیں ہوگا میں بیوی اور دو بچیوں کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ خطرناک سے خطرناک جگہ بھی گیا اور اللہ کے فضل سے ہم کسی آزمائش میں نہیں پڑے لیکن خدا کا یہ سلوک ہر ایک کے ساتھ تو روزمرہ نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے کہ ہر شخص روزمرہ دعا کے ذریعہ اس طرح خدا کی پناہ مانگتا ہی نہیں ہے۔ عام دستور یہی ہے کہ جب اقتصادی گراوٹ کے نتیجہ میں یہ ظلم کے رجحان ہوں اور یہ صورتحال پیدا ہو کہ انفرادی طور پر کسی طرح بھی اپنے معیار زندگی کو قائم رکھنے یا بلند کرنے کے لئے انسان ہر ظلم پر آمادہ ہو جاتا ہے تو سوسائٹی جرائم سے بھر جاتی ہے اور مضمون رزق حلال کے صرف ایک پہلو کا بیان ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کو متنبہ فرمایا کہ دیکھو رزق حلال کو معمولی نہ سمجھنا۔ اگر تم یہ دستور بنا لو اور اپنے لئے ایک قانون مقرر کر لو کہ جو کھاؤ گے وہ حلال ہو گا اور یہاں حلال کی تعریف میں دنیا کے قوانین بھی آ جاتے ہیں کیونکہ ایمان والوں کو مخاطب نہیں فرمایا گیا بلکہ الناس کو مخاطب فرمایا گیا ہے یہاں صرف الٰہی قانون نہیں ہے بلکہ دنیا کے قوانین بھی آ جاتے ہیں۔ فرمایا کہ رزق کمانے کے لئے قوانین نہ توڑنا۔ ملکیت کے حقوق زبردستی اپنے ہاتھ میں نہ لے لینا۔ جس ملک میں رہتے ہو جس معاشرے میں رہتے ہو، اس کے قواعد کی، اس کے قوانین کی، اس کی روایات کی پیروی کرتے ہوئے جو کچھ بھی تمہیں نصیب ہوگا اگر وہ کھاؤ گے اور پھر اس میں سے طیب کو چن کر کھاؤ گے تو یہ رزق حلال بھی ہے اور رزق طیب بھی ہے، اس سے تمہاری روحانی اور اخلاقی قدروں کی بھی حفاظت ہوگی اور جسمانی قدروں کی بھی حفاظت ہوگی تو ایک آیت کے ایک حصہ

میں دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے کتنے گہرے اور کتنے وسیع مضامین بیان فرما دیئے ہیں۔ اگر آج کا انسان صرف اسی نصیحت کو پکڑ کر بیٹھ جائے تو دنیا کی قوموں میں ایک حیرت انگیز انقلاب برپا ہو جائے اور انسان حقیقت میں امن کی طرف قدم اٹھانے لگ جائے۔ امن کا رستہ تو بہت لمبا ہے اور بھی بہت سی باتیں ہیں مگر اس ایک نصیحت پر عمل کرنے سے ہی دنیا میں امن کے قیام کے آثار ظاہر ہو سکتے ہیں۔

مگر میں جانتا ہوں کہ اکثر ممالک میں یہ سننے اور سمجھنے کے باوجود ان باتوں کو قبول کرنے کا رجحان ہی نہیں پایا جاتا اور بڑی وجہ دہریت ہے۔ جب اللہ کی ہستی پر یقین نہ رہے تو خود غرضی لائحہ عمل کو Dictate کراتی ہے اپنے آپ کو لکھواتی ہے جس طرح حکم لکھوائے جاتے ہیں اس طرح خودغرضی انسان کے لئے طرز زندگی مقرر کرتی چلی جاتی ہے اور ہر فیصلے کے موقع پر انسان جب خودغرضی کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ فیصلہ خدا کے قانون کے بھی مخالف ہوتا ہے اور ملک کے قوانین کے بھی مخالف ہوتا ہے اور اسی کا نام (Anarchy) انارکی ہے یعنی لاقانونیت کا ایک ایسا دور چل جاتا ہے کہ جس شخص کے ہاتھ میں جو کچھ بھی آ سکے وہ اس کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح بدامنی، اخلاقی بدامنی، قومی بدامنی، گھریلو بدامنی، بازار کی بدامنی ہر قسم کی بدامنیوں میں تبدیل ہوتی چلی جاتی ہے۔ فرمایا: وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ شیطان کے خطوات کی پیروی نہ کرنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے فیصلے کے وقت جب آپ نے اپنے رزق کے متعلق سوچنا ہے کہ اس طرح لوں یا نہ لوں۔ اس کو اپناؤں یا نہ اپناؤں شیطان کچھ وسوسے دل میں پیدا کرتا ہے اور ہر موقع پر سوچ کا ایک امتحان ہوتا ہے۔ یہ باتیں از خود نہیں ہوا کرتیں یہ وہ مضمون ہے جس پر آپ غور کریں تو اپنی زندگی کے تمام فیصلوں کے وقت آپ کو دکھائی دے گا کہ آپ کے سامنے دو راہیں تھیں۔ ایک وہ راہ تھی جو شیطان نے دکھائی تھی اور شیطان نے بتایا تھا کہ یوں کرو تو یہ ہوگا اور وہ لوگ جو شیطان کی بات سننے لگ جاتے ہیں شیطان ان سے زیادہ باتیں کرتا ہے وہ لوگ جو اللہ کی اور اس کے فرشتوں کی باتیں سنتے ہیں وہ ان سے زیادہ باتیں کرتے ہیں تو بعض لوگ صرف خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ہی کے ہو کر رہ جاتے ہیں۔ جو بھی وسوسے، خیالات، سوچ کی غلط راہیں، جھوٹی چالاکیاں، دوسروں کی دولت لوٹنے کے گھٹیا، کمینے طریق، دوسروں کے مال پر ہاتھ ڈالنے کے، قومی دولت کو اپنانے کے یہ ان کو ہر وقت دماغ میں آتے رہتے ہیں۔ صبح اٹھتے ہیں تو ایسے خیالات کے ساتھ اٹھتے ہیں۔ سارا دن سوچتے رہتے

ہیں کہ اب کیا ترکیب کی جائے ،کون سا ٹھیکہ کس طرح لیا جائے ،کس طرح بنک سے پیسے لوٹے جائیں۔کس خاندان کے نام پر، کس قانون کا سہارا لے کر قومی دولت کو اپنایا جائے اور چھوٹی سطح پر روزمرہ کی زندگی میں غریب آدمی بیچارہ بھی اپنے لئے ترکیبیں سوچتا رہتا ہے کہ میں دو وقت کی روٹی کھانے کے لئے کون سے دھوکے کروں۔کونسی چالاکیاں کروں۔آٹے میں کیا چیز ملاؤں کہ پتا نہ لگے اور میرا منافع بڑھ جائے وغیرہ وغیرہ۔تو اوپر سے نیچے تک ساری قوم خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ کا شکار ہو جاتی ہے اور یہ فیصلے ہر سطح پر اس کثرت سے ہو رہے ہوتے ہیں کہ اگر آپ ان کو شمار کرنا چاہیں تو شمار ہو نہیں سکتے کیونکہ ہر انسان صبح سے رات تک بعض دفعہ بیسیوں فیصلے کرتا ہے اور وہ فیصلے خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ کے نتیجہ میں ہو رہے ہوتے ہیں اور غلط فیصلے کرتا ہے اور اپنے لئے بھی جہنم بنا رہا ہوتا ہے اور اپنے بھائیوں کے لئے اپنے معاشرے کے لئے بھی جہنم بنا رہا ہوتا ہے۔مگر جب قوم کے لیڈر اس قسم کے رزقِ حرام میں مبتلا ہو جائیں تو ساری قوم کا ستیاناس کر کے رکھ دیتے ہیں۔انفرادی سطح پر اگر دیانت پیدا کرنے کی کوشش کی بھی جائے تو وہ کوشش نا کام ہوگی۔

اب تیسری دنیا کے بعض ممالک ہیں جہاں سیاست صرف روپیہ کمانے کی غرض سے ہے اور سیاست کے ذریعہ طاقت حاصل کرنا یا دولت کے سرچشموں پر قبضہ کرنا۔یہ ایک ہی چیز کے دو نام بن گئے ہیں ایک کے بعد دوسری جو بھی حکومت آتی ہے بد دیانت آتی ہے۔وہی مصرعہ صادق آتا ہے کہ

ع ’ہمارے واسطے سارے ولی ابن ولی آئے‘

نام جو مرضی رکھ لیں، خاندان جتنے مرضی تبدیل ہوں۔سیاسی پارٹیوں کے کوئی بھی نام ہوں جو بھی قابض ہوتا ہے اس کی تاریخ دیکھ لیں وہ ملک کی دولت پر قبضہ کرنے کی نیت سے قابض ہوتا ہے اور جب ایک قابض ہوتا ہے تو وہ پھر پچھلوں کے اوپر نکتہ چینی کرتا ہے کہ دیکھو کتنے بے ایمان بد دیانت لوگ تھے۔اتنا روپیہ کھا گئے اور اب ہم اس طرح ان کا حساب لیں گے اور محاسبہ ہوگا اور ایک ایک پائی ان سے واپس وصول کی جائے گی اور پھر ہوتا یہ ہے کہ وصول نہیں کی جاتی۔اب سوال یہ ہے کہ اتنے دشمن تھے جن کو شکست دی گئی۔ایسے ظالم لوگ تھے جنہوں نے قوم کو لوٹا اور ان کے ساتھ دوستی کی کوئی وجہ نہیں پھر کیوں محاسبہ نہیں ہوا، کیوں ان سے پائی پائی کا حساب نہیں لیا گیا، وجہ یہ ہے کہ ان کو اپنی آخرت نظر آ رہی ہوتی ہے ان کو پتا ہوتا ہے کہ کل ہم اسی مقام پر ہوں گے، ہمارا بھی

محاسبہ ہوگا تو عوام الناس کو دکھانے کے لئے ایک شور برپا ہو جاتا ہے کہ دیکھو پکڑے گئے، پکڑے گئے اب بچ کر نہیں نکل سکتے۔ ہمیں پتا ہے کہ کن کن بینکوں سے کتنے کتنے روپے نکلوائے ہوئے تھے یا کس کس سے کتنی رشوت لی ہوئی تھی اور پھر وہ سارا معاملہ کھٹائی میں پڑ جاتا ہے۔ مڑ کر دیکھ لیں کسی کا کوئی محاسبہ نہیں ہوا۔ ہوا ہے تو بے نتیجہ ہوا ہے اور اس لئے کہ آگے کل بھی انہوں نے حساب دینا ہے اور اسی قسم کے لوگ اوپر آئے ہوں گے وہ بھی ان کے ساتھ پھر یہی کریں گے۔ پس رزق حرام کے نتیجہ میں قومیں تباہ ہو رہی ہیں، سیاستیں بگڑ گئی ہیں، ساری سوسائٹی زہر آلود ہو چکی ہے، ہر چیز جھوٹی ہوگئی ہے اور قرآن کریم کی ایک نصیحت کا ایک پہلو ہے جس کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ بعد میں خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ کا ذکر یہ بتانے کے لئے فرمایا ہے کہ تمہارا رخ کیا ہوگا۔ تم آخر شیطان ہو جاؤ گے کیونکہ جس کی پیروی کرتے ہو وہی بن جایا کرتے ہو۔ شروع میں تم سمجھتے ہو کہ تھوڑے سے پیسوں کی بات ہے، اپنے بیوی بچوں کا معیار زندگی بڑھا لیں تو کیا فرق پڑتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے عام لوگ جنہوں نے دولت کمالی ہے یہ عیش و عشرت کرتے پھر رہے ہیں اور ہمارے پاس جو اتنے بڑے افسر ہیں کار کوئی نہیں جبکہ باقیوں کے پاس کاریں ہیں۔ ہم حکومت کے اچھے نوکر ہیں چنانچہ وہ ان کو پکڑتے ہیں کہ ہم سے تم کام لیتے ہو اور آئے دن درخواستیں کرتے ہو اپنا معیار اونچا کیا ہوا ہے اور ہماری پرواہ کوئی نہیں تو وہ اپنا معیار کچھ بلند کرنے کے لئے اپنے ذہن کو آمادہ کرتے ہیں کہ تمہارا حق ہے اور اس آمادگی کے ساتھ ہی حقیقت میں اپنے آپ کو شیطان کی پیروی پر تیار کر لیتے ہیں اور اپنے آپ کو بہانے مہیا کر دیتے ہیں کہ شیطان کی آئندہ سے اطاعت کیا کرو۔ کوئی فرق نہیں پڑتا فائدہ ہی ہوگا۔ یہ خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ کہاں لے جاتے ہیں۔ اس کا خلاصہ اس آیت نے یہ پیش فرمایا اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو جس کی پیروی کرتے ہو وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔ خدا کی باتوں کو چھوڑ کر جب غیر اللہ کی باتیں مانو گے تو یاد رکھو کہ صرف خدا تمہارا دوست ہے۔ اللہ جو بھی نصیحت فرماتا ہے حق کی نصیحت کرتا ہے، تمہارے فائدے کی نصیحت کرتا ہے اور غیر اللہ کی ہر نصیحت ظلم کی نصیحت ہوا کرتی ہے۔ تو جو شخص اپنے کھلے دشمن کی باتوں میں آجائے اس کا کیا نیک انجام ہو سکتا ہے، وہ تو ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا، مارا گیا کیونکہ اپنے آپ کو اپنے دشمن کے ہاتھوں میں دے دیا، اپنی اولاد کو اپنے دشمن کے ہاتھوں میں دے دیا۔

تو آپ نے ایک ملک کی نہیں کئی ملکوں کی مثال دیکھی ہے جو میں نے بغیر نام کے بیان کی ہے یہ رجحانات عالمی طور پر بہت وسیع ہو چکے ہیں اور یہ سوسائٹیاں اوپر سے نیچے تک بددیانت ہیں۔ محاسبہ کروانے والے خود بددیانت ہوتے ہیں اور جو لوگ ان کو چنتے ہیں وہ بددیانت ہوتے ہیں اور جس طرح یہ راہنما چنے جاتے ہیں وہ طریق بددیانتی کا ہوتا ہے اور سب جگہ آپ کو رزق حرام کام کرتا ہوا دکھائی دے گا یعنی ووٹوں کی قیمت پڑ رہی ہے۔ جس نے پیسے لے کر ووٹ دینے ہیں وہ یہ کہاں دیکھتا ہے کہ کوئی شریف النفس انسان ہے یا بے ایمان اور بددیانت ہے وہ تو اپنا سودا خود اپنے آپ کو بیچ رہا ہوتا ہے ساری قوم اپنی عزت، اپنی ناموس، اپنے وقار، اپنی بھلائی کے سودے کر رہی ہوتی ہے اور اس پر چسکے لے رہی ہوتی ہے کہ خوب سودا ہوا کسی کی اتنی قیمت پڑ گئی کسی کی اتنی قیمت پڑ گئی۔ پھر اس طرح جو سیاستدان ابھرتے ہیں ان کے سودے ہو رہے ہوتے ہیں اور اس کو آج کل وہاں Horse Trading کہتے ہیں اور یہ تو ایسا محاورہ ہے کہ جو شخص Horse Trading کا انگریزی لفظ جانتا ہو وہ سمجھتا ہے کہ میں بہت بڑا عالم انسان ہوں۔ مجھے یہ محاورہ آتا ہے Horse Trading اور بڑے فخر کے ساتھ ایک دوسرے پر Horse Trading کے الزام لگائے جاتے ہیں۔ Horse Trading کا مطلب ہے گھوڑوں کا سودا کرنا یا گھوڑوں کی سوداگری۔ کچھ سیاستدان وہاں سے خرید کر ادھر ڈال لئے اور کچھ یہاں سے خرید کر ادھر ڈال لیے۔ Horse Trading کے ذریعہ حکومتیں توڑی جاتی ہیں اور جو خرید رہے ہوتے ہیں، جو توڑ رہے ہوتے ہیں وہ دوسروں کو طعنے دے رہے ہوتے ہیں کہ تم نے سیاست کو گندا کر دیا تھا۔ انسانوں کے ایسے ایسے سودے کئے ہیں کہ اب قوم یہ کسی طرح برداشت نہیں کر سکتی اور اس کا توڑ یہ ہے کہ ہم آدمی خرید کر تم سے توڑ لیں گے تو جس چیز کا الزام لگایا جاتا ہے وہی چیز کر کے پھر اسی کے ذریعہ انقلاب برپا ہو رہے ہوتے ہیں۔ جب یہ حالت پہنچ جائے تو کیسے کوئی قوم ہلاکت سے بچ سکتی ہے۔ سارا معاشرہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور نچلی سطح پر بھی جو لوگ ووٹ دیتے ہیں اور بعد میں بددیانتوں کے محاسبہ کے مطالبے کرتے ہیں عملاً وہ سارے بددیانت ہیں کیونکہ ایک سوسائٹی کی یہ جو صورتحال ہے یہ بددیانت افراد کے مجموعہ کا نتیجہ ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ نیک لوگوں کی اجتماعی زندگی کا یہ نتیجہ نکل رہا ہو۔ گھاس اپنی جڑوں تک گندا ہو چکا ہے اور وہاں سے زہر لے کر اُگ رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں جو بھی فصل ہوگی جو بھی جانور

بنیں گے وہ وہی زہر کھاتے چلے جاتے ہیں اور وہ ان کے رگ وریشے میں سرایت کرتا چلا جاتا ہے۔ رزق حلال کہنے میں ایسی بات ہے کہ رزق حلال کی کیا ضرورت ہے۔ صوفی لوگ رزق حلال کھائیں، عام روزمرہ کی زندگی میں چل نہیں سکتا مگر قرآن کریم نے جو تجزیہ آپ کے سامنے رکھا ہے اس کی روشنی میں اتنا بڑا گناہ ہے کہ انفرادی ہو قومی ہو مذہبی دنیا ہو یا غیر مذہبی دنیا ہو ہر سطح پر اور ہر قوم اور ہر علاقہ سے اس کا گہرا تعلق ہے اور اگر رزق حلال کا رجحان انسانوں میں پیدا نہ کیا جائے تو قومیں تباہ ہو جاتی ہیں اور پھر ان کا کوئی اور علاج نہیں۔

اس آیت کے باقی حصے سے متعلق انشاء اللہ آئندہ بات کروں گا لیکن گزشتہ خطبہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس پڑھنے سے رہ گیا تھا اس کا اس مضمون سے گہرا تعلق ہے وہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ میں نے یہ بیان کیا تھا کہ جن قوموں میں اخلاق مٹ رہے ہوں اور خدا کا تصور مٹ رہا ہو وہاں قومی رجحانات ایسے ہو جاتے ہیں کہ وہ خود نئی اٹھنے والی نسلوں کو گمراہی کی طرف لے کر جاتے ہیں اور گمراہی کی طرف لے جانا فیشن بن جاتا ہے۔ گمراہی کی طرف لے جانا ترقی پسندی کی نشانی سمجھی جاتی ہے۔ گمراہی کی طرف لے جانا بالغ نظری سمجھا جاتا ہے چنانچہ میں نے بیان کیا تھا کہ یہاں صرف انگلستان ہی کی بات نہیں مغربی دنیا میں جہاں جہاں بھی میں گیا ہوں وہاں سکولوں کے بچوں نے سوال کرتے ہوئے مجھ سے پوچھا ہے کہ ہمیں ہمارے اساتذہ کہتے ہیں کہ اب تم بڑے ہو رہے ہو اس لئے اب تمہیں اپنے ماں باپ کی اخلاقی قدروں کی پیروی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، تم آزاد ہو رہے ہو، تم بالغ ہو رہے ہو جو چاہو کرو، یہ دنیا چند روزہ ہے اس میں تمہیں آزادی ہے اور وہ ماں باپ یا وہ مذہبی راہنما جو اخلاقی تصور کے تابع تمہاری زندگیوں کو بعض ضابطوں میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں وہ تمہارے دشمن ہیں ان کا کوئی حق نہیں تم پر پابندی لگانے کا، تمہیں نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اگر کچھ کرنے کو دل چاہ رہا ہے تو کرو بے شک، روک کر کیوں رکھتے ہو اگر روک کر رکھو گے تو تم نفسیاتی بیمار بن جاؤ گے اور قانون تمہیں حق دیتا ہے۔ اپنے ماں باپ کے خلاف، اپنے مذہب کے خلاف بے شک بغاوت کرو کوئی پابندی نہیں ہے اور دوسری طرف قانون یہ اعلان کر رہا ہوتا ہے کہ خبردار اب تم بالغ ہو رہے ہو۔ پہلے ہم تم سے نرمی کرتے تھے اب اگر تم نے اس قانون کو توڑا تو تم سے سختی کی جائے گی اور کوئی رعایت نہیں کی

جائے گی۔کیسا دوغلہ پن ہے؟ کیسی Hyppocracy ہے کہ ایک طرف بالا قانون جو خدا کا قانون ہے اس کو بلوغت کے وقت ٹھکرا کر پارہ پارہ کر کے قدموں میں پھینک دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے یہ پرانا طوق تھا اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے قدموں میں پھینکنا ہی اس کے ساتھ بہترین سلوک ہے اور جہاں انسانی قانون کا تعلق ہے وہ طوق پہنا دیئے جاتے ہیں۔علاوہ ازیں اس سلسلہ میں ایک چیز ہے جس کو وہ بھلا دیتے ہیں اور وہ یہ بات بھلا دیتے ہیں کہ دنیا کے قانون میں بھی عملدرآمد کے لئے دراصل خوف خدا ہی کی ضرورت ہے۔اگر دنیا کے قانون کو خدا سے خالی کر کے دیکھا جائے تو ہر انسان اس قانون کو اپنے طور پر توڑنے کی کوشش کرے گا خواہ کتنی بھی سزائیں مقرر ہوں۔مجرم جب جرم کر رہا ہوتا ہے تو اس غالب گمان کے تابع وہ جرم کرتا ہے کہ میں دکھائی نہیں دے رہا۔دن کی بجائے راتوں کے جرم بڑھ جاتے ہیں اور ہر انسان جرم سے پہلے گردوپیش دیکھتا ہے اور اپنی طرف سے تسلی کر لیتا ہے کہ میں دکھائی نہیں دوں گا یا پکڑا نہیں جاؤں گا۔تو جہاں خدا کا تصور مٹ جائے وہاں حقیقت میں دنیا کے قانون کا احترام بھی لازماً مٹتا ہے اور یہ ان لوگوں کی بےوقوفی ہے کہ یہ رجحان پیدا کر کے خدا کا تو انکار کر دو اور ہمارے قانون کا احترام کرو، واقعۃً ملکی قانون کا احترام کروا لیں گے؟ یہ ہو نہیں سکتا۔بے خدا سوسائٹیاں قانون سے ہی دور ہو جاتی ہیں اور قانون شکنی ان کی فطرت کا حصہ بن جایا کرتی ہے اور قانون سے بچ کر بھاگنے کا جو تصور ہے یہ حقیقت میں جرم کروانے پر انسان کو آمادہ کرتا ہے اور یہ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ کی ایک قسم ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تجزیہ پیش فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ جب تم بلوغت کو پہنچتے ہو، جب حساب کتاب کی عمر کو پہنچتے ہو تو یاد رکھو کہ دنیا کے قانون سے تم بھاگ سکتے ہو مگر خدا کے قانون سے بھاگ نہیں سکتے۔اس لئے اگر زیادہ احترام کی بات ہے تو خدا کے قانون کا زیادہ احترام کرو کیونکہ دنیا کا قانون توڑو گے تو بچنے کی کئی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں مگر خدا کا قانون توڑ کر بچنے کی کوئی صورت نہیں۔اس کی ایک مثال میں نے آپ کے سامنے ابھی رکھی ہے۔ساری دنیا میں جو جرم بڑھ رہے ہیں اور بے اطمینانی بڑھ رہی ہے یہ اسی خدا کے قانون کو توڑنے کا نتیجہ ہے جس کو میں نے بیان کیا ہے۔

آپ کو سمجھنا چاہئے کہ سزائیں دو قسم کی ہیں۔کچھ سزائیں ہیں جو Built in ہیں نظام کے

اندر بنی ہوئی ہیں۔اس نظام کو جب آپ توڑتے ہیں تو وہ سزائیں ٹوٹے ہوئے نظام سے اُچھل کر آپ پر حملہ کرتی ہیں ۔ جس طرح شیشے کا گلاس ٹوٹ جائے تو اس کے بعض ٹکڑے انسان کو زخمی کر دیتے ہیں، غلطی سے پاؤں پڑ جاتا ہے تو انسان زخمی ہو جاتا ہے مگر خدا کے قانون کو توڑنے کے نتیجہ میں غلطی کا سوال نہیں ہے، وہ قانون خود اپنے بدلے لیتا ہے۔پس جہاں رزقِ حلال کو آپ فرضی اور پرانے زمانے کی بات سمجھ لیں وہاں یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایسی سوسائٹی کو سزا نہ ملے جو حرام رزق کی عادی ہو چکی ہو اور وہ سزائیں آپ دیکھ رہے ہیں۔نہ امریکہ اس سے بچا ہے، نہ انگلستان بچا ہے، نہ جرمنی بچا ہے اور مشرقی قومیں تو سر سے پاؤں تک سزائیں بھگت رہی ہیں اور ان کو ہوش نہیں آ رہی۔

دوسری سزا وہ ہے جو خدا بعد میں دیتا ہے۔مرنے کے بعد کی دنیا میں اس کی روح جو مسخ شدہ حالت میں بیمار روح کے طور پر اٹھتی ہے وہ خود اپنی ذات میں ایک سزا بن جاتی ہے۔تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

> ’’دنیاوی حکام کا بھی یہی حال ہے کہ وہ ایک قانون مشتہر کر دیتے ہیں اور پھر اگر کوئی ان کے احکام کو توڑتا اور خلاف ورزی کرتا ہے تو پکڑا جاتا اور سزا پاتا ہے۔۔۔‘‘

فرمایا اسی طرح خدا نے بھی نظام بنایا ہوا ہے یہ مضمون پیچھے سے چلا آ رہا ہے۔یہ خیال نہ کرو کہ خدا چھوڑ دے گا۔دنیا کے حکام جس طرح اپنے قانون توڑنے والوں کو سزا دیتے ہیں کائنات کا حاکم اپنے قانون توڑنے والوں کی سرزنش کرتا ہے، پُرسش کرتا ہے، ان کا مؤاخذہ کرتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مشتہر ہونا چاہئے ۔ سب کو پتا لگ جانا چاہئے، چنانچہ مذاہب آتے ہیں اور خدا کے قانون کی خوب منادی کرتے ہیں، خوب کھول کھول کر بیان کرتے ہیں کہ یہ جائز ہے اور یہ ناجائز ہے۔پھر فرماتے ہیں لیکن دنیاوی حکام کے عذاب سے اور ان کے قوانین، احکام کی وحکام کی خلاف ورزی کی سزا سے آدمی کسی دوسری عملداری میں بھاگ جانے سے بچ بھی سکتا ہے۔

ابھی حال ہی میں انگلستان سے ایک مبینہ مجرم نے بھاگ کر ایک اور ملک میں پناہ لی ہے اور Bail اپنی Jump کر گئے ہیں۔Bail ضائع کر دی ہے اور کہا ہے کہ میں اس ملک میں دوبارہ نہیں آؤں گا۔انگلستان بڑی کوشش کر رہا ہے کہ کسی طرح اس دوسرے ملک سے پکڑ کر ان کو واپس

بلوایا جائے لیکن آپس میں مجرموں کے تبادلہ کا معاہدہ کوئی نہیں۔تو یہ اس بات کی ایک مثال ہے کہ ایک مجرم بھاگ کر ایک اور عملداری میں چلا جاتا ہے جس طرح پاکستان میں مجرم بھاگ کر آزاد علاقے میں چلے جایا کرتے ہیں پھر کوئی ان کو پکڑ کر بلوا نہیں سکتا۔فرمایا:

''.......اور اس طرح پیچھا چھڑا سکتا ہے۔مثلاً اگر انگریزی عملداری میں کوئی خلاف ورزی کی ہے تو وہ فرانس یا کابل کی عملداری میں بھاگ جانے سے بچ سکتا ہے....''

دیکھیں! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس زمانے میں بھی کیسے پتے کی بات کی ہے۔آپ کو پتا تھا کہ انگریز اور فرانس کی آپس میں رقابت ہے اور امکان موجود ہے کہ انگریز کا مجرم اگر فرانس میں جائے گا تو فرانس اس کو واپس نہیں کرے گا اور کابل کی مثال بالکل واضح ہے۔جو بھی مجرم بھاگ کر کابل کی عملداری یا افغانستان میں چلے جایا کرتے تھے کبھی بھی انگریز ان کو واپس نہیں لے سکا۔

''.....لیکن خدا تعالیٰ کے احکام وہدایات کی خلاف ورزی کر کے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے؟ کیونکہ یہ زمین و آسمان جو نظر آتا ہے یہ تو اسی کا ہے اور کوئی اور زمین و آسمان کسی اور کا کہیں نہیں ہے......''

''......(تلاش کرلو۔ڈھونڈو۔کسی اور کا بنایا ہوا زمین و آسمان کہیں تمہیں دکھائی نہیں دے گا) جہاں تم کو پناہ مل جاوے۔اس واسطے یہ بہت ضروری امر ہے کہ انسان ہمیشہ خدا تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اس کی ہدایتوں کے توڑنے یا گناہ کرنے پر دلیر نہ ہو کیونکہ گناہ بہت بُری شئے ہے اور جب انسان اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اور گناہ پر دلیری کرتا ہے تو پھر عادت اللہ اس طرح پر جاری ہے کہ اس جرأت و دلیری پر خدا تعالیٰ کا غضب آتا ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۶۰۷)

پس میں جو مضمون بیان کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ دنیا کا غضب تو سب نے دیکھا ہوا ہے جب خدا کے قوانین کو قومی طور پر نظر انداز کیا جاتا ہے یا بے حرمتی کا سلوک ان سے کیا جاتا ہے تو انسان ضرور قومی سزاؤں میں مبتلا ہوتا ہے۔یہ اتنی قطعی بات ہے کوئی اندھا بھی ہو تو اس کا انکار نہیں کر سکتا۔اس

کے ساتھ ہی آخرت کے عذاب کو بھی جوڑ دیا گیا ہے۔فرمایا اس دنیا میں جہاں سزا دیتا ہے پھر آخرت میں بھی بعض سزائیں مقدر ہیں جب تم دنیا کی سزاؤں سے بچ نہیں سکتے تو کیسے گمان کر سکتے ہو کہ آخرت کی سزاؤں سے بچ جاؤ گے۔

پس قانون کے احترام کے لئے خدا کے تصور کا مضبوط ہونا انتہائی ضروری ہے اور دنیا کا قانون ہو یا آخرت کا قانون ہو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لائے بغیر کسی قانون کو کوئی تحفظ نہیں ہو سکتا ورنہ انسان اگر خدا کی نظر سے اوجھل ہو جائے تو پھر ہر دوسری چیز سے اوجھل ہو سکتا ہے۔ایک ہی نظر ہے جو ہر حال میں انسان کو پکڑتی اور دیکھتی ہے اور وہ خدا کی نظر ہے۔پس جرائم سے بچنے کے لئے خدا کا وجود ضروری ہے اور خدا کا انکار کرنے والے جتنا مرضی زور مار لیں ناممکن ہے کہ وہ جرائم سے بچ سکیں۔ایک ہی طریق ہے کہ خدا کی طرف واپس آؤ۔اس سے سچی اور دائمی قوت ملتی ہے۔اسی سے انسان گناہوں سے بچنے کی طاقت پاتا ہے اور ایک بہتر خوبصورت دلکش معاشرہ دنیا کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔

اب میں پاکستان کے احمدیوں سے مخاطب ہو کر مختصراً کہتا ہوں کہ مجھے پتا ہے کہ وہ اس شدید گرمی میں بھی بڑے جوش وخروش سے، دور دور سے ان جگہوں میں اکٹھے ہوئے ہیں جہاں ڈش انٹینا کے ذریعہ یہ خطبہ سنا جا رہا ہے۔ پہلے مجھے ڈر تھا کہ کہیں یہ چار دن کا دلولہ نہ ہو اور اس کے بعد پھر اسی طرح اپنے گھروں میں سو جائیں جس طرح پہلے غفلتیں کیا کرتے تھے مگر ربوہ اور لاہور اور دوسرے گاؤں دیکھ کر آنے والے بعض جو مجھے ملتے ہیں۔ابھی کل ہی کچھ دوست ملے تھے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس الفاظ نہیں جو ہم بیان کر سکیں کہ کس طرح اللہ کے فضل کے ساتھ یہ جوش اور یہ تعلق کا سلسلہ کم ہونے کی بجائے زیادہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور زیادہ مضبوط اور گہرا ہو رہا ہے۔بعض جگہ یوں لگتا ہے کہ عید کی کیفیت ہے۔تو میں ان سب کو جو آج اس خطبہ کو سننے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں رزق حلال کے حق میں اگر آپ نے جہاد نہ کیا تو کوئی نہیں ہے جو یہ جہاد کرے گا۔سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔کسی شخص کو یا کسی پارٹی کو نام لے کر کچھ کہنا مناسب نہیں ہے مگر بعض صورتیں ایسی ہیں جن پر قرآن کریم کی یہ آیت صادق آتی ہے کہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم:۴۲) فساد خشکی پر بھی غالب آچکا ہے اور تری پر بھی غالب آچکا ہے۔سمندر

بھی زہریلے ہو گئے ہیں اور زمین کی فضا بھی زہر آلود ہو گئی ہے۔ایسی حالت میں جن قدروں کی حفاظت کا کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی غلام جماعت کے سپرد کیا گیا ہے وہ غلام جماعت ان معنوں میں کہ جس طرح مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام محمد رسول اللہ ﷺ کے غلام ہیں اسی طرح یہ جماعت بھی محمد رسول اللہ ﷺ اور اسلام ہی کی غلام ہے۔پس غلام کا کام خدمت کرنا ہے اور اس خدمت کی طرف میں آپ کو بلاتا ہوں۔**اگر آپ نے معاشرے کو بد دیانتی سے بچانے کی کوشش نہ کی تو معاشرہ تو تباہ ہو ہی چکا ہے آپ بھی مارے جائیں گے کیونکہ نہی عن المنکر کا ایسا وقت آپہنچا ہے کہ اگر قومی طور پر آپ نے بد دیانتی کے ذریعہ کمائے ہوئے رزق کے خلاف آپ نے جہاد نہ کیا تو آپ خود بھی ان بدعادتوں سے بچ نہیں سکیں گے۔** بہت سے احمدی ہیں جو زخمی ہو چکے ہیں وہ وقت نہیں رہا جب یہ کہا جاتا تھا کہ احمدیہ جماعت میں بد دیانت آدمی ڈھونڈنے سے نہیں ملتا۔وہ وقت ختم ہو گئے جب یہ کہا جایا کرتا تھا اور مخالف بھی اعتراف کرتے تھے کہ حکومت کے نوکروں میں اگر کسی نے دیانت دار ڈھونڈنا ہے تو احمدی کو تلاش کرے۔اب تو نہ حکومت کے نوکروں میں نہ باہر دیانت دار کی صورت دیکھنے کو دنیا ترس جاتی ہے اور دیانت داری بے وقوفی سمجھی جاتی ہے۔پس ایسی حالت میں اگر جماعت احمدیہ نے دیانتداری کا جھنڈا اپنے ہاتھ میں نہ لیا تو حقیقت یہ ہے کہ پھر جماعت میں بھی بد دیانتی پیدا ہو جائے گی اور مجھے تکلیف کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ابھی بھی داخل ہونی شروع ہو گئی ہے۔پھر جب یہ بڑھ جائے گی تو آپ کے بس میں نہیں رہے گی کیونکہ بیماریاں جب جسم پر قبضہ کر لیا کرتی ہیں تو پھر ان بیماریوں کا انسان کے پاس کوئی حقیقی علاج نہیں رہتا۔علاج ہوتے ہیں مگر بیماری اتنے زور سے شدت اختیار کر جاتی ہے کہ وہ علاج کے قابو میں نہیں رہتی۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

> ’’اب میرا مدعا اور منشاء اس بیان سے یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اس کی تائید میں صدہا نشان اس نے ظاہر کئے ہیں اس سے اس کی غرض یہ ہے کہ یہ جماعت صحابہؓ کی جماعت ہو اور پھر خیر القرون کا زمانہ آجاوے۔جو لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوں چونکہ وہ وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ میں داخل ہوتے ہیں اس لئے وہ جھوٹے مشاغل کے کپڑے اُتار دیں اور اپنی ساری

توجہ خدا تعالیٰ کی طرف کریں۔‘‘ (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۶۶-۶۷)

یہ وہ توقع ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ سے رکھتے ہیں اور اس توقع میں حوالہ وہ دیا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ خدا آپ سے یہ توقع رکھتا ہے۔ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ کا حوالہ دے کر کہ بات کو خدا تک پہنچا دیا ہے۔ اللہ نے چودہ سو سال پہلے آپ کا جو ذکر فرمایا۔ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ آپ ہیں، آپ سے دنیا کی نجات وابستہ فرمادی گئی ہے۔ اگر آپ نے وہ مقام اور مرتبہ حاصل نہ کیا جس مقام اور مرتبہ تک یہ آیت وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ آپ کو پہنچا رہی ہے تو پھر دنیا کی اصلاح کی آپ کو استطاعت نہیں ہوگی۔ دنیا کی اصلاح کے آپ مجاز نہیں کہلا سکتے۔ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ کے لحاظ سے تو وہ بہت دور ہوں گے لیکن اپنے اخلاق، اپنے کردار، اپنی اطاعت کی روح کے لحاظ سے، اپنے ایمان کے لحاظ سے ایسے ہوں گے گویا محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے وہ خوش نصیب ہیں جنہوں نے خود آپؐ سے تربیت حاصل کی ہے۔ کتنا بڑا مقام ہے اور ایک چھوٹے سے اشارے میں کتنی وسیع دنیا ہمارے سامنے کھڑی کر دی گئی ہے۔ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ کا جو کچھ مقام قرآن کریم نے ظاہر فرمایا ہے وہ صحابہؓ کا مقام ہے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے غلاموں سے ملانے والا مقام ہے اور یہ ملنا اخلاقی قدروں اور ایمانی قدروں اور نیک اعمال کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ یہاں سے بات شروع کریں گے تو پھر آپ دنیا کی اصلاح کے اہل قرار دیئے جائیں گے۔ پھر واقعۃً آپ کی طرف غیروں کی نظریں بھی اٹھیں گی جس طرح پہلے اٹھا کرتی تھیں اور سب یہ کہیں گے کہ اس زمانہ میں اگر کوئی اس ملک کو بچا سکتا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ جماعت ہے جو بچا سکتی ہے۔

مجھے یاد ہے کہ آج سے پندرہ بیس سال پہلے تک بھی غیروں کو جماعت سے یہی توقع ہوا کرتی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ شیخوپورہ میں چوہدری انور حسین صاحب کے ہاں بڑی دلچسپ مجلس لگی ہوئی تھی۔ چوٹی کے سیاستدان اور وکلاء جو شیخوپورہ کے تھے وہ آئے ہوئے تھے تو معاشرے کی حالت اور ملک کی حالت پر بحث ہوتے ہوتے ایک صاحب نے اٹھ کر بڑے زور سے یہ کہا کہ سب باتیں ہو چکیں۔ تجزیئے ہو گئے سوال یہ ہے کہ نجات کیسے ہو؟ ہم بچیں کس طرح؟ وہ غیر احمدی معزز انسان تھے۔ انہوں نے کہا کہ میری بات تمہیں کڑوی لگے گی مگر میں نے آج سچی بات ضرور کرنی ہے۔ اب یہ ملک اس طرح بچتا ہے کہ دس سال کے لئے جماعت احمدیہ کو ٹھیکہ پر دے دیا جائے۔ اس

کے سوا اس ملک کے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے اور میں سمجھا تھا کہ اس کے خلاف بڑا سخت ردعمل اٹھے گا۔لیکن تمام سامعین نے تائید میں سر ہلایا کہ ہاں تم بات سچی کر گئے ہو۔اب تو معاملہ بہت زیادہ بڑھ گیا ہے اب تو اگر ٹھیکے پر دیں بھی تو جماعت انتیس تیس سال سے کم کے ٹھیکے پر لینے کا سوچ بھی نہیں سکتی لیکن اس ٹھیکے میں ہم کچھ نہیں مانگیں گے۔ہم صرف تمہیں دیں گے، یہ توقع رکھیں گے کہ جو نیک کام تمہیں کہتے ہیں تم تسلیم کرتے چلے جانا، جو نیک کوشش تمہارے لئے کریں گے اس کی تائید کرنا،تمہارے لئے دعائیں کریں گے لیکن میں جانتا ہوں کہ ملک کا مزاج اس بات کے لئے تیار نہیں ہے۔پس ایک ہی انقلاب ہے جو اس ملک کو بچا سکتا ہے اور وہ احمدیت کا حقیقی انقلاب ہے ٹھیکے کی باتیں چھوڑیں ۔ ہمیشہ کیلئے ان کو اپنا لیں کیونکہ جو آپ کی جھولی میں آئے گا وہ خدا کی جھولی میں آجائے گا اور اس کی حفاظت کا اس سے بہتر اور کوئی انتظام نہیں ہوسکتا اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین